مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ ختمِ نبوّت کراچی

اے لوگو! میں نے

تمہارے پاس ایسی چیز چھوڑی ہے جس

کو تم مضبوطی سے تھامے رہو گے تو میرے

بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے، اور وہ خدا کی کتاب ہے

اقتباس : خطبہ حجۃ الوداع -

جلد ۳

۴ تا ۱۰ ذی الحجہ ۱۴۰۴ھ بمطابق ۳۱ اگست تا ۶ ستمبر ۱۹۸۴ء

شمارہ ۱۲

خصائل نبوی بر شمائل ترمذی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام رات کو قصہ گوئی میں

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

٧۔ قالت السابعة۔ زوجي عياياء او غياياء طباقاء كل داء له داء شجك او فلك او جمع كلا لك۔

٧۔ ساتویں کہنے لگی کہ میرا خاوند صحبت سے عاجز نامرد اور اتنا بے وقوف کہ بات بھی نہیں کر سکتا دنیا میں جو کوئی بیماری ہو گی۔ وہ اس میں موجود ہے۔ اخلاق ایسے کہ میرا سر پھوڑ دے یا بدن زخمی کردے یا دونوں ہی کر گزرے۔

٨۔ قالت الثامنة۔ زوجي المس مس ارنب والريح ريح زرنب۔

٨۔ آٹھویں نے کہا کہ میرا خاوند چھونے میں خرگوش کی طرح نرم ہے اور خوشبو میں زعفران کی طرح مہکتا ہوا ہے۔

فائدہ اس عورت کا نام ناشرہ بنت اوس بتلایا جاتا ہے۔ اس کی تعریف کا حاصل یہ ہے کہ وہ نرم مزاج ہے۔ سخت اور بدخو نہیں اس میں لذتِ جسمانی اور روحانی دونوں موجود ہیں کہ نازک بدن ہے لپٹنے کو دل چاہے یا نرم مزاج ہے کہ غصہ کا نام ہی نہیں اس کے ساتھ خوشبو میں مہکتا رہتا ہے۔ بعض روایات میں اس کے بیان میں ایک جملہ اور بھی ہے جس کا ترجمہ ہے کہ میں اُس پر غالب رہتی ہوں اور وہ لوگوں پر غالب رہتا ہے یعنی میرا غالب رہنا اُس کے عاجز ناکارہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہے اس لیے کہ وہ سب پر غالب رہتا ہے بلکہ میری محبت یا اس کی شرافت کی وجہ سے میں غالب رہتی ہوں۔

٩۔ قالت التاسعة۔ زوجي رفيع العماد عظيم الرماد طويل النجاد قريب البيت من الناد

٩۔ نویں نے کہا کہ میرا خاوند رفیع الشان بڑا مہمان نواز اونچے مکان والا بڑی راکھ والا ہے دراز قد والا ہے اُس کا مکان مجلس اور دارالشورہ کے قریب ہے۔

فائدہ اس عورت نے اپنے کلام میں بہت سی تعریفیں کی ہیں اول یہ کہ اُس کا گھر اونچا ہے اس اگر حقیقت میں بڑی عمارت مراد ہے تب تو اس کی ریاست اور مالدار ہونے کی طرف اشارہ ہے اس لئے کہ اونچا محل مالدار ہی تیار کرائے گا۔ اور اگر اونچے محل سے مکان کا اونچائی پر ہونا مراد ہے جیسا کہ عرب کا دستور تھا کہ سخی اور کریم لوگ اپنا مکان بلندی پر بناتے تھے تاکہ پردیسی مسافر دور سے دیکھ کر چلا آئے تو اس صورت میں اس کے شریف کریم سخی ہونے کی تعریف ہے۔ اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ اونچے مکان سے مراد شرافت اور حسب نسب کے اعتبار سے اونچائی مراد ہے تو مطلب یہ ہے کہ اونچے خاندان کا ہے۔ دوسری تعریف اس کی مہمان نوازی کی ہے۔ گھر میں راکھ کا بہت ہونا لازم ہے۔ کثرت سے کھانا پکنے کو جو مہمان نوازی کے لیے لازم ہے۔ تیسری تعریف اُس کے دراز قد کی ہے۔ دراز قد ہونا بشرطیکہ اعتدال سے زیادہ نہ ہو۔ مردوں میں ممدوح شمار ہوتا ہے۔ مجلس سے گھر کے قریب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ذی رائے اور سمجھدار ہے ہر شخص اُس سے مشورہ پوچھنے آتا ہے اس لیے گویا اس کا گھر ہر وقت دارالمشورہ رہتا ہے کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی شخص مشورہ کرنے کے لیے آتا

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا ترجمان

کراچی
ختم نبوت

جلد نمبر
۳

شمارہ نمبر
۱۲

فہرست

عنوان	مصنف	صفحہ
خصائل نبوی ﷺ	حضرت شیخ الحدیث رح	۲
ابتدائیہ	سعید احمد جلالپوری	۵
قربانی	عطاء الرحمن صاحب	۷
مرزا کے پیروکاروں کا عقیدہ	منظور احمد الحسینی	۱۱
مرزا کے انٹرویو پر ایک نظر	سعید احمد جلالپوری	۱۳
نکاح اور اسلام	تنویر عالم شمسی	۱۶
مرزا ایک نظر میں	منظور احمد الحسینی	۱۸
لاہوری پارٹی کیلئے لمحہ فکریہ	مولانا محمد ادریس کاندھلوی رح	۱۹
امام ابو حنیفہ کے ورثاء مخصوص	ایک صاحب قلم	۲۲

زیر سرپرستی

حضرت مولانا خان محمد صاحب
دامت برکاتہم سجادہ نشین
خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف

فی پرچہ

دو روپیہ

فون نمبر

۷۱۱۶۷۱

بدل اشتراک

سالانہ ـــــ ۷۰ روپے
ششماہی ـــــ ۴۰ روپے
سہ ماہی ـــــ ۲۰ روپے

مدیر مسئول

عبدالرحمن یعقوب باوا

مجلس ادارت

مفتی احمد الرحمٰن
مولانا محمد یوسف لدھیانوی
ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر
مولانا بدیع الزمان
مولانا منظور احمد الحسینی

شعبۂ کتابت

محمد عبدالستار واحدی

ناشر

عبدالرحمن یعقوب باوا
طابع: کلیم الحسن نقوی انجمن پریس کراچی
مقام اشاعت: ۲۰/A ساشرہ مینشن
ایم۔اے جناح روڈ۔ کراچی۔

بدل اشتراک

برائے غیر ممالک بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک

سعودی عرب	۲۱۰ روپے
کویت، اومان، شارجہ دوبئی اردن اور شام	۲۳۵ روپے
یورپ	۲۹۵ روپے
آسٹریلیا، امریکہ، کنیڈا	۲۷۰ روپے
افریقہ	۳۱۰ روپے
افغانستان، ہندوستان	۱۶۵ روپے

رابطہ دفتر

مجلس تحفظ ختم نبوت
جامع مسجد باب الرحمت ٹرسٹ
پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی ۳

رُوحِ فکر

انسان وقت کے دھارے پر بہتا جاتا ہے
اور حالات کے ہاتھوں بے بس ہے
لیکن کوئی دھن کا پکا اپنی سمت خود مقرر کرتا ہے،
ہمت نہیں ہارتا اور ہاتھ پیر مارے جاتا ہے
اور پھر منزل اس کے قدم چوم لیتی ہے

باشعور انسان اپنی زندگی خود بناتے ہیں اور جب
ایک ہی وقت میں ایک ہی لگن کے ساتھ ایسے انسانوں کی
بڑی تعداد ایک ہی منزل کی طرف بڑھتی ہے

تو قوم کی تاریخ بدل جاتی ہے۔ ۲۷ رمضان المبارک کو
پاکستان کا قیام اس حقیقت کا شاہد ہے
تاریخ قوموں کے عروج و زوال کی داستان ہے
ہر عروج کا پس منظر ایک ہی ہے

عمل اور مسلسل عمل، جدوجہد اور پیہم جدوجہد
اور ہر زوال عزم اور عمل کے فقدان کا نوحہ ہے

اپنے عزم و عمل سے تاریخ کا رُخ بدل دیجیے

رُوحِ تاریخ کو سمجھیے

ہمدرد

ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں

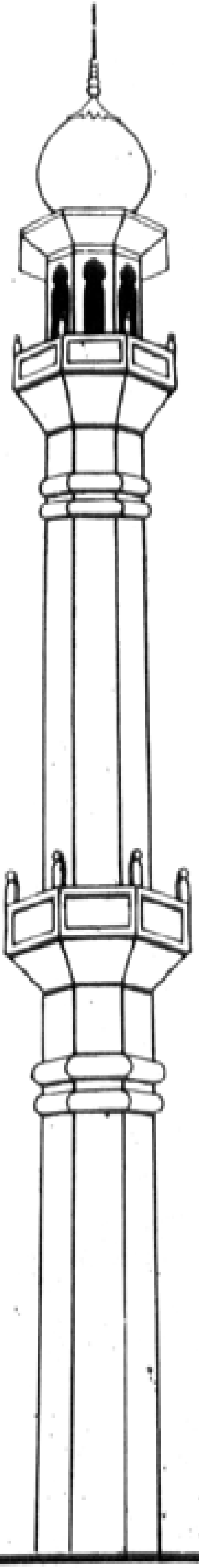

Adarts

HRA-1/84

ابتدائیہ

بجلّہ دفتر تحفظ ناموس رسالت

مغرب پرست خواتین کا افسوسناک رویّہ

"ویمن ایکشن فورم کی سربراہی میں دوسری خواتین تنظیموں کی ممبر خواتین نے قصاص و دیت کے مجوزہ قانون، نیز قانون شہادت آرڈی ننس کی منظوری کے خلاف آج شام ایک خاموش جلوس نکالا جلوس سے قبل ۳۰ کے قریب ان خواتین نے وائی، ایم، سی، اے کے اندر اپنا ایک اجتماع منعقد کیا جس میں قصاص و دیت کے مجوزہ قانون کے خلاف تقاریر کی گئیں، بعد میں یہ خواتین بلے کارڈز اور مختلف بینرز کے ساتھ عبداللہ ہارون روڈ سے ہوتی ہوئی گورنر ہاؤس گئیں۔ اور وہاں کچھ دیر تک مظاہرہ کرتی رہیں اور ٹریفک کو بند کردیا۔ متعلقہ ڈی ایس پی اور ایس ڈی ایم کی طرف سے درخواست کرنے کے بعد ان خواتین نے ٹریفک گذرنے کی اجازت دیدی۔ بعد میں یہ خواتین پرامن طور پر منتشر ہو کر وائی ایم سی اے کے اندر آگئیں اور ایک قرارداد کے ذریعے قصاص و دیت کے مجوزہ قانون نیز قانون شہادت کی منظوری کی مذمت کی گئی، جلوس میں ممتاز سندھی خاتون رہنما حمیدہ کھوڑو کے علاوہ رشیدہ پٹیل، کئی خاتون صحافیوں اور دوسری خواتین نے شرکت کی، ان خواتین نے آئندہ پیر کے دن اپوا کے صدر دفاتر میں ایک احتجاجی جلسے کے انعقاد کا اعلان کیا ہے"

(۹ر اگست ۱۹۸۴ء روزنامہ جنگ کراچی)

پاکستان (جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا) کو وجود میں آئے ۳۷ سال کا طویل ترین عرصہ ہوگیا ہے مگر ابھی تک اس میں نفاذ اسلام کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکا۔ بدقسمتی سے جب کبھی اس سلسلہ کی کوشش کی گئی تو ہمیشہ مغرب پرست اور نام نہاد مسلمانوں کا ایک گروہ اپنے مفادات کی خاطر اس کی راہ میں آڑے آگیا۔ صدر جنرل محمد ضیاء الحق ایک عرصہ سے ملک میں نفاذ اسلام کے لئے کوشاں ہیں۔ مگر نفاذ اسلام کا مسئلہ اسلام دشمن عناصر کی سرگرمیوں کی بھینٹ چڑھا ہوا ہے۔ جس کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ نظام عدل کے قیام کے خلاف ۸۳ء سے ۸۴ء تک کے مختصر سے عرصہ میں دوبار تو صرف خواتین کے مظاہرے ہوچکے ہیں گویا نظام عدل کے بنیادی ارکان (قانون شہادت اور قصاص و دیت) کا معاملہ دوسری بار اس لئے کھٹائی میں پڑ رہا ہے کہ رسوائے زمانہ چند خواتین حقوق نسواں کے عنوان سے اسلامی آئین کی مخالفت میں صدر صاحب بلکہ خدا و رسول سے برسرپیکار ہیں ———— ان پاکستانی خواتین کی طرف سے قرآن و سنت کی کھلی مخالفت اور منصوص احکام کے چیلنج جیسے حیا سوز کردار سے اسلامیان پاکستان اور مسلمانان کی گردنیں تو مارے شرم کے جھک گئیں،

مگر نام نہاد خواتین اپنے اس فعل پر نادم ہونے کی بجائے اس کے خلاف میوزیکل فاؤنٹینس چورنگی پر سراپا احتجاج اور گورنر ہاؤس کا گھیراؤ کر کے اپنی قوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نظر آتی ہیں - اور پھر ان کا پہلا کارنامہ نہیں بلکہ اس سے قبل ۲۷ جولائی ۸۳ء کو بھی ان ہی کی نمائندہ خواتین (مجلس شوریٰ کی خواتین ارکان) نے مجلس شوریٰ سے اسوقت واک آؤٹ کیا تھا جب مجلس شوریٰ نے قانون دیت و قصاص کی منظوری دیدی تھی —— ہمیں ان بے دین، رسوائے زمانہ اور مٹھی بھر نام نہاد خواتین کے مظاہرہ پر کوئی تعجب نہیں، بلکہ یہ امر نہایت ہی تشویش کا باعث ہے کہ ایک طرف تو حکومت اسلامی آئین کے نفاذ کی دعویدار ہے مگر دوسری طرف اسلامی آئین (جو ایک کامل و مکمل دستور اور ضابطہ حیات ہے) کے نفاذ کی منظوری کے سلسلہ میں ایسے افراد کو شامل کیا جاتا ہے جو صرف یہی نہیں کہ وہ اس سے کما حقہٗ واقف نہیں بلکہ قلبی اور ذہنی طور پر اس سے متفق بھی نہیں - لہٰذا جو لوگ خود اسلام کے مطابق زندگی نہیں گذارنا چاہتے ان سے نفاذ اسلام کی کوششوں میں پیش رفت کی توقع رکھنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے ؟

ہمیں بجا طور پر اس کا اعتراف ہے کہ جناب صدر جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نفاذ اسلام کے سلسلہ میں مخلص ہیں - مگر موجودہ صورت حال سے نہ صرف یہ کہ نفاذ اسلام کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا - بلکہ یہ طرز عمل اسلامیان پاکستان اور آئین اسلام کی بدنامی کا باعث ہے، پھر اگر کوئی مسئلہ ایسا ہوتا کہ جس میں اختلاف رائے کی گنجائش ہو سکتی، اور اختلاف کیا جاتا تو کسی حد تک بات معقول تھی، مگر یہاں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح فیصلے اور قرآنی نصوص تک موجود ہیں کہ مرد کے مقابلہ میں عورت کی حیثیت نصف ہے، پھر ایک مسلمان کے لئے تو اللہ تعالیٰ کا یہی ارشاد کافی ہے کہ "کسی مسلمان مرد اور عورت کو اس بات کا حق نہیں کہ جب ان کے بارے میں اللہ اور رسول کا کوئی فیصلہ آجائے تو وہ اس میں پس و پیش کریں - پس جو کوئی اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی کرے گا تو وہ کھلی گمراہی میں ہے" - یعنی اس فیصلہ کے بعد بظاہر ایک مسلمان کو کتنی ہی تکالیف کا سامنا کیوں نہ ہو مگر اس کے خلاف لب کشائی نہیں کرنی چاہئے۔

لہٰذا اس بات کی ضرورت ہے کہ مجلس شوریٰ سے ایسی خواتین ارکان کو نہ صرف نکال باہر کیا جائے بلکہ انہیں اسلامی آئین سے بغاوت اور شعائر اسلام کی توہین کی پاداش میں ایسی کڑی اور سخت سزا دی جائے کہ آئندہ کسی کو اس قسم کی جرأت نہ ہو سکے، نہ یہ کہ اس کے برعکس ان کے مطالبات پر غور کرنے کی صورت میں نفاذ اسلام کا مسئلہ مزید تعطل کا شکار ہو جائے ...

قربانی

مولانا عطاء الرحمٰن صاحب خانوخیل ضلع ڈیرہ غازیخان

فضائل و مسائل

قربانی عربی لغت کے اعتبار سے ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے۔ جس کو کسی کے قرب کا ذریعہ بنایا جائے۔ اور اصطلاح میں اس ذبیحہ وغیرہ کو کہا جاتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے کیا جائے (معارف القرآن)

قربانی کا ابتدائی واقعہ

ہابیل و قابیل حضرت آدم علیہ السلام کے حقیقی اور صلبی بیٹے تھے۔ ان دونوں میں اختلاف رونما ہوگیا۔ ہابیل کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی تھی۔ قانون کے مطابق وہ قابیل کو ملنی تھی اور قابیل کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی تھی وہ ہابیل کو ملنی تھی لیکن اتفاق سے ہابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی شکل و صورت کے لحاظ سے اچھی نہیں تھی۔ اس لیے قابیل چاہتا تھا کہ میں وہی لڑکی لوں گا جو میرے ساتھ پیدا ہوئی ہے۔ کیونکہ نہایت خوبصورت تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے دونوں کے اختلاف کو ختم کرنے کی یہ تجویز کی کہ تم دونوں اپنی اپنی قربانی پیش کرو۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جس کی قربانی قبول ہوگئی اس کے حق میں فیصلہ ہوگا۔ اس وقت قربانی قبول ہونے کی واضح علامت یہ تھی کہ آسمان سے آگ آتی اور اس قربانی کو کھا جاتی۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کو یہ یقین تھا کہ قربانی ہابیل کی قبول ہوگی۔ کہ یہ حق بجانب ہے۔ ہابیل کے پاس بھیڑ بکریاں تھیں۔ اس نے ایک بہترین دنبہ کی قربانی پیش کی۔ اور قابیل کاشتکار آدمی تھا اس نے کچھ غلہ، گندم وغیرہ کی قربانی پیش کی۔ ہابیل کی قربانی قبول ہوگئی اور قابیل کی قربانی قبول نہ ہوئی۔ اس رسوائی کے بعد قابیل کا غصہ اور بڑھ گیا اور اس نے اپنے بھائی سے کہا لَأَقْتُلَنَّكَ کہ میں تمہیں ضرور قتل کروں گا۔ ہابیل نے اس کو ایک نہایت عمدہ اور بااصول جواب دیا کہ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ یعنی اللہ تعالیٰ متقی اور پرہیزگار لوگوں کی قربانی قبول کرتا ہے۔ اگر تم پرہیزگاری اختیار کرتے تو تمہاری قربانی قبول ہوجاتی۔ اس میں میرا کیا قصور ہے؟ تو قربانی کے اس ابتدائی واقعہ سے معلوم ہوا کہ قبولیت قربانی کے لیے بنیادی چیز تقویٰ ہے جیسا کہ باری تعالیٰ جل شانہٗ کا ارشاد ہے

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (پ۱۷)

یعنی اللہ تعالیٰ کو ان قربانیوں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا لیکن البتہ تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کا واقعہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے وہ اولوالعزم پیغمبر ہیں جن پر مختلف نوعیت کے کئی امتحانات آئے اور باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ سب امتحانات میں کامیاب ہوئے۔ انہیں امتحانات میں سے ایک امتحان یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اپنے بیٹے کو ذبح کرو جس کی یاد اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر قربانی واجب کرکے قیامت تک باقی رکھی وہ واقعہ اس طرح ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے التجا کی رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ

"اے میرے پروردگار! مجھے ایک نیک فرزند عطا فرما" تو اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل ع کی یہ دعا قبول فرمائی فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ پس ہم نے ان کو حلیم المزاج فرزند کی بشارت دی۔ حضرت سارہ رض کو فرعون مصر کی طرف سے خدمت گذاری کے لیے حضرت ہاجرہ رض ملی تھیں۔ حضرت سارہ رض نے بھی ہاجرہ رض حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا کردیں۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے نکاح کر لیا۔

حضرت ہاجرہ رض کے بطن سے یہ صاحبزادے حضرت اسمٰعیل ع پیدا ہوئے۔ جب یہ برگزیدہ فرزند حضرت ابراہیم ع کے ساتھ چلنے پھرنے لگے۔ اور تیرہ سال کی عمر کو پہنچ گئے یا بالغ ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے اس حلیم المزاج فرزند کو ذبح کرنے کا حکم دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم اپنے بیٹے کو سنا کر ان کی رائے معلوم کرنا چاہی۔ تو انہوں نے وہ جواب دیا کہ بردباری اور اطاعت شعاری کی رو سے دنیا اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ جب دونوں باپ بیٹا اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو سرانجام دینے کی خاطر تیار ہو گئے۔ اور حضرت ابراہیم ع نے حضرت اسمٰعیل ع کو ذبح کرنے کی خاطر لٹا دیا۔ اور چشم فلک نے یہ نظارہ دیکھ لیا۔ ملائکہ بشر کی کمال اطاعت شعاری کا منظر ملاحظہ کر چکے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئی يٰۤاِبْرٰهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا۔ اے ابراہیم تم نے خواب سچا کر دکھایا۔ باری تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض میں دیا۔ بہرحال جنتی مینڈھا حضرت ابراہیم ع کو عطا ہوا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے بیٹے کے بجائے اس کو قربان کیا۔ جو ذبیحہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا تھا۔ اس کی قربانی مقبول ہونے میں کسی قسم کا شک یا تردد نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ عمل اتنا پسندیدہ اور مقبول ہوا کہ قیامت تک اس عمل کو باقی رکھنے کے لیے اور حضرت ابراہیم ع کی قربانی کی یاد تازہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر قربانی کو واجب فرما دیا کہ ہر سال ۱۰ ذی الحجہ کو اس کی یاد تازہ ہوتی رہے۔

اب عظیم الشان عمل کی فضیلت جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ وعن زید بن ارقم قال قال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یارسول اللہ ما ھذہ الاضاحی قال سنۃ ابیکم ابراھیم علیہ السلام قالوا فما لنا فیھا یارسول اللہ قال بکل شعرۃ حسنۃ قالوا فالصوف یارسول اللہ قال بکل شعرۃ من الصوف حسنۃ رواہ احمد وابن ماجہ

حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ صحابہ نے آپؐ سے پوچھا حضرت! یہ قربانی کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ہمارے لیے اس میں ثواب ارشاد فرمائیے آپؐ نے فرمایا کہ ہر بال کے بدلہ میں نیکی ہے۔ صحابہ رض نے عرض کیا کہ حضرت! اون کے بالوں کے بدلہ میں بھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں! اون کے ہر بال کے بدلہ میں بھی نیکی ہے۔

۲۔ عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما عمل یوم النحر احب الی اللہ من اھراق الدم وانہ لیاتی یوم القیٰمۃ بقرونھا واشعارھا واظلافھا وان الدم لیقع من اللہ بمکان قبل ان یقع بالارض فطیبوا بھا نفسا رواہ الترمذی وابن ماجۃ

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ذی الحجہ کی دسویں کے دن فرزند آدم کا کوئی عمل اللہ کو قربانی سے زیادہ محبوب نہیں اور قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں اور بالوں اور کھروں کے ساتھ (زندہ ہو کر) آئے گا۔ اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے مقبولیت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ پس اے خدا کے بندو! دل کی پوری خوشی سے قربانیاں کیا کرو۔

۳۔ عن ابن عمر قال اقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ عشر سنین یضحی رواہ الترمذی

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں دس سال قیام فرمایا اور آپؐ ہر سال قربانی کرتے رہے۔

• فائدہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عمل پر مواظبت وجوب قربانی کی دلیل ہے۔

عشرہ ذی الحجہ کی فضیلت

۱۔ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما من ایام العمل الصالح فیھن احب الی اللہ من ھذہ الایام العشرۃ (رواہ البخاری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو عمل صالح جتنا ان دس دنوں میں محبوب ہے اتنا کسی دوسرے دن میں نہیں۔

۲۔ عن ام سلمۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا دخل العشر واراد بعضکم ان یضحی فلا یأخذن شعرا ولا یقلمن ظفرا (رواہ مسلم)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب ذی الحجہ کا پہلا عشرہ شروع ہو جائے اور تم میں سے کسی کا ارادہ قربانی کرنے کا ہو تو اس کو چاہیے کہ اب قربانی کرنے تک اپنے بال یا ناخن بالکل نہ تراشے۔

وجوب قربانی کے شرائط

۱۔ مسلمان ہونا ۲۔ آزاد ہونا ۳۔ جتنی مالیت سے صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے اتنی مالیت کا ہونا ۴۔ مقیم ہونا

قربانی کے جانور اور ان کی عمریں

۱۔ اونٹ پانچ سال سے کم نہ ہو۔ گائے، بھینس دو سال سے کم نہ ہو۔ بھیڑ، بکری ایک سال سے کم نہ ہو۔ عمر میں بہت زیادہ احتیاط چاہیے۔ حتیٰ کہ اس عمر سے ایک دن کم جانور کی قربانی جائز نہ ہوگی

۲۔ اگر پوری عمر کا جانور نہ مل سکا تو پھر چھ ماہ کا دنبہ جو کہ اتنا موٹا ہو کہ سال بھر کا دکھائی دیتا ہو۔ تو اس کی قربانی جائز ہے لیکن یہ حکم صرف دنبہ کے مخصوص سمجھنا چاہیے۔

۳۔ اونٹ گائے بھینس میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں اگر سات سے کم شریک ہوں۔ تو سب کا حصہ برابر ہونا چاہیے۔ اسی طرح اگر سات آدمی شریک ہوں تو بھی سب کا حصہ برابر ہونا چاہیے۔ اگر کسی آدمی کا حصہ ساتویں سے کم ہوگا تو کسی قربانی جائز نہیں ہوگی۔

۴۔ سات آدمی سب صحیح العقیدہ، دیندار لوگ ہوں، بدعقیدہ اور گوشت کھانے کی نیت والا اگر ان میں ایک بھی آدمی ہو تو کسی کی قربانی جائز نہیں ہوگی۔

۵۔ قربانی کا چمڑا خود استعمال کر سکتا ہے اس کو فروخت کرکے رقم کا استعمال جائز نہیں۔ بلکہ اس رقم کا خیرات کرنا واجب ہے۔ نیز قربانی کے چمڑے سے جو چیز بنائے گھر میں استعمال کرے۔ اجرت پر دینا جائز نہیں ہے۔

۶۔ قربانی کا گوشت ہر امیر، غریب، مسلمان، کافر کو بھی دیا جا سکتا ہے۔

جن جانوروں کی قربانی جائز نہیں

۱۔ اتنا لنگڑا جانور جو چل کر قربانی کی جگہ تک نہ جا سکے۔ یا صرف تین پاؤں سے چلتا ہو چوتھا پاؤں زمین پر نہ لگاتے۔

۲۔ کانا جانور جس کی تہائی نظر جاتی رہے ہو۔

۳۔ ایسا جانور جس کا گوشت ناقابل استعمال ہو۔ یا چارہ وغیرہ نہ کھاتے۔

۴۔ جس کے اکثر دانت گر چکے ہو۔ اور چر کر گزارہ نہ کر سکتا ہو۔

۵۔ جس کی دم، زبان، کان تہائی یا اس سے زائد کٹی ہوئی ہو۔

۶۔ جس کا سینگ جڑ سے ٹوٹ گیا ہو۔

۷۔ جس کی ہڈیوں میں مغز نہ رہی ہو یا جو خارش وغیرہ کی وجہ سے بالکل دبلا پتلا اور لاغر ہو گیا ہو۔

۸۔ جو جانور صرف گندگی کھاتا ہو۔ دوسری چیز نہ کھاتا ہو۔ اور گندگی کھانے کی وجہ سے اس کا گوشت بدبودار ہو چکا ہو۔ مگر جب اس کو بند کیا جاتے۔ اونٹ ہو تو چالیس دن، گائے ہو تو بیس دن بکری ہو تو دس دن حتیٰ کہ اس کا گوشت صحیح ہو جائے اور بدبو ختم ہو جائے۔

۹۔ بکری وغیرہ کے ایک تھن سے جب دودھ نہ آتا ہو اور گائے بھینس وغیرہ کے دو تھنوں سے دودھ نہ آتا ہو۔

۱۰۔ جن جانوروں کے کان چھوٹے ہوتے ہوں۔ یا پیدائشی سینگ نہ ہوں۔ یا خول اتر گیا ہو۔ ان کی قربانی درست ہے۔

۱۱۔ خصی جانور کی قربانی جائز ہے بلکہ بہتر ہے۔

۱۲۔ گابھن کی قربانی درست ہے۔ اگر اس کے پیٹ سے

زندہ … ہے تو اس کو بھی ذبح کردیا جائے۔

قربانی کے متفرق مسائل

۱۔ قربانی کے تین دن مقرر ہیں۔ ذی الحجہ کی دسویں، گیارہویں بارہویں۔ بارہویں کے دن غروب آفتاب تک قربانی جائز ہے۔ ان تین دنوں میں پہلے دن دوسرے دن کی بہ نسبت زیادہ فضیلت ہے۔

۲۔ جہاں عید کی نماز ہوتی ہو۔ وہاں نماز سے قبل قربانی جائز نہیں جہاں نماز نہیں ہوتی وہاں صبح صادق کے بعد قربانی کی جاسکتی ہے۔

۳۔ میت کی طرف سے قربانی درست ہے اگر میت وصیت کر کے مرا۔ تو اس کے ترکہ میں سے جو قربانی کی جائے اس کا گوشت مساکین پر صدقہ کرنا ضروری ہے۔ خود نہیں کھا سکتا اگر میت کی طرف سے تبرعاً قربانی کرے تو اس کا گوشت خود استعمال کرسکتا ہے

۴۔ بہتر ہے کہ قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اگر ذبح کرنا جانتا ہو۔ ورنہ کسی دوسرے سے ذبح کرائے اور خود موجود رہے

۵۔ کتابی اگرچہ اہل ذبح سے ہے۔ لیکن قربانی کا جانور اگر اس سے ذبح کرایا جائے تو مکروہ ہے۔

۶۔ جو شریک بوقت ذبح موجود نہیں ہوسکتا۔ اس کی اجازت کافی ہے۔

۷۔ قربانی کا گوشت بطور اجرت قصاب وغیرہ کو دینا جائز نہیں۔ بلکہ اس کو اجرت رقم وغیرہ کی صورت میں دی جائے۔

۸۔ قربانی کا گوشت تول کر تقسیم کیا جائے۔

۹۔ اگر ایک غریب آدمی نے قربانی کے لیے جانور خریدا وہ گم ہوگیا۔ دوسرا خریدا قربانی دنوں میں گم شدہ جانور بھی مل گیا تو غریب کے لیے دونوں جانوروں کی قربانی ضروری ہے۔ اگر امیر ہو تو صرف ایک جانور کی قربانی ضروری ہوگی۔

۱۰۔ قربانی کا گوشت اگر سارے کا سارا رکھنا اور کھانا چاہے تو جائز ہے۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کر دے۔ ایک اہل وعیال کے لیے دوسرا اقارب کے لیے تیسرا مساکین کے لیے۔

۱۱۔ جب قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کے لیے قبلہ رخ لٹائے تو یہ دعا پڑھے۔

انی وجہت للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین لاشریک لہ وبذالك امرت وانا اول المسلمین۔

جب ذبح کر چکے تو یہ دعا پڑھے۔

اللھم تقبلہ منی کما تقبلت من حبیبك محمد وخلیلك ابراھیم علیھما السلام

بقیہ مرزا طاہر کا انٹرویو

چنانچہ وہ اپنے ایک الہام کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"جو شخص تیری پیروی نہیں کریگا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہیگا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے"۔ (اشتہار معیار الاخیار ص ۸ …)

اسی سلسلہ کا ایک دوسرا اقتباس ملاحظہ ہو فرماتے ہیں

"ہر ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا، یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا اور یا محمد کو مانتا ہے پر مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے"۔

ورحبس اسلام پر آپ پر ایمان لانے کی شرط نہ ہو اور آپ کے مسائل کا ذکر نہیں اسے آپ اسلام ہی نہیں سمجھتے

(الفضل قادیان جلد ۲ نمبر ۵ … دسمبر ۱۹۱۴ء)

ان ہی کا ایک اور ارشاد کچھ یوں ہے

"مجھ کو چھوڑ کر کیا مردہ اسلام پیش کرو گے"

(الفضل قادیان ج ۱۶، شمارہ ۳۲ مورخہ ۱۹ر اکتوبر ۱۹۲۸ء "وار قادیانی مذہب")

اب مرزا جی خود ہی فیصلہ فرمادیں کہ "قدنی اسلام" کی سرٹیفکیٹ حاصل کرنا مشکل ہے یا مدنی اسلام کی؟ مجھے یہ بھی ارشاد فرمادیں کہ قدنی ملت کس قدر دقت پر ہے کہ اس کے ہاں تو توحید و رسالت کی تصدیق اور قرآن و سنت پر عمل پیرا ہونا بھی مسلمان ہونے کے لئے اس وقت تک ناکافی ہے جب تک انگریزی … یالک اور رودر گوپال کی اولاد کی چاپلوسی کے ساتھ ساتھ سالانہ چندہ یا مقررہ فیس ادا نہ کردی جائے، پھر یہ بھی ایک المیہ سے کم نہیں کہ مطلوبہ معیار پورا کر لینے کے بعد چاہے تمام ملل سابقہ اور ادیان سماویہ کا انکار اور نبوت و خدائی تک کا دعویٰ کیوں نہ کردیا جائے۔ قادیانی اصطلاح میں اسے کوئی جہنمی نہیں … کہہ سکتا … ناری ہے۔

مرتب: منظور احمد الحسینی

مرزا کے بارے میں

مرزا کے پیروکاروں کا عقیدہ

حکیم نورالدین کا عقیدہ

۱۔ "میں اللہ کی قسم کھا کر اعلان کرتا ہوں۔ کہ میں میرزا کے تمام دعاوی کو دل سے مانتا ہوں، اور یقین کرتا ہوں۔ اور ان کے معتقدات کو نجات کا مدار ماننا میرا ایمان ہے"

(بدر ۴ رمئی ۱۹۱۱ء بحوالہ ایک غلط فہمی کا ازالہ صفحہ شائع کردہ قاضی محمد یوسف قادیانی پشاور)

۲۔ اگر خدا کا کلام سچ ہے تو میرزا صاحب کے ماننے کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی"

(بدر ۱۱ رجولائی ۱۹۱۱ء بحوالہ بالا)

۳۔ آپ (حکیم نورالدین) نے احمدیہ بلڈنگ میں تقریر فرمائی تھی اس میں آپ نے بیان کیا کہ:۔

"حضرت مرزا صاحب خدا کے مرسل ہیں اگر وہ نبی کا لفظ اپنی نسبت نہ بولتے تو بخاری کی حدیث کو نعوذ باللہ غلط قرار دیتے جس میں آنے والے کا نام نبی اللہ رکھا ہے، پس وہ نبی کا لفظ بولنے پر مجبور ہیں"

۴۔ پھر آپ (حکیم نورالدین) نے فرمایا کہ۔

"میں تو اپنے اور غیر احمدیوں (مسلمانوں) کے درمیان اصولی فرق سمجھتا ہوں"

۵۔ پھر اسی تقریر میں آپ نے کہا

"کسی مامور من اللہ کا انکار کفر ہو جاتا ہے ہمارے مخالف حضرت مرزا صاحب کی ماموریت کے منکر ہیں اب بتاؤ یہ اختلاف فروعی کیونکر ہوا۔ قرآن مجید میں تو لکھا ہے لا نفرق بین احد من رسلہ لیکن مرزا صاحب کے انکار میں تو تفرقہ ہوتا ہے"

(اخبار الحکم جلد ۱۵ نمبر ۲۴، ۲۸ ستمبر ۱۹۱۱ء بحوالہ قادیانی مذہب صفحہ ۶۱۹)

۶۔ پھر آپ (حکیم صاحب) نے ایک دفعہ فرمایا کہ:۔

"اگر اسرائیلی مسیح رسول کا منکر کافر ہے تو محمدی مسیح رسول (مرزا صاحب) کا منکر کیوں کافر نہیں"

(الفضل نمبر ۵۰۔ ۲۷ رمئی ۱۹۱۴ء بحوالہ قادیانی مذہب صفحہ ۶۱۹)

۷۔ میں "مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد" کی پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق مانتا ہوں کہ یہ صرف حضرت مسیح موعود (مرزا) علیہ السلام کے متعلق ہے اور وہی احمد رسول ہیں"

(اخبار الحکم جلد ۱۵ نمبر ۲۳ ستمبر ۱۹۱۱ء بحوالہ قادیانی مذہب صفحہ ۹۲۰)

۸۔ اسم او اسم مبارک ابن مریم می نہند:

آں غلام احمد است و میرزائے قادیان

گر کسے آرد شکے در شان او کافر است

جائے او باشد جہنم بے شک و بے گمان

(از حکیم نورالدین صاحب الحکم ۱۷ راگست ۱۹۰۸ء بحوالہ قادیانی مذہب صفحہ ۹۲۰)

(مرزائے قادیاں غلام احمد — ابن مریم ہے، جو شخص ان کی شان میں شک کرتا ہے وہ کافر ہے بلا شک و شبہ اسکا ٹھکانہ جہنم ہے)

(ناقل)

۹ ۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت خلیفہ اول (حکیم نورالدین) فرمایا کرتے تھے۔

"کہ جب فتح اسلام، توضیح مرام (مرزا صاحب کے دو رسالے۔ ناقل) شائع ہوئیں، تو ابھی میرے پاس نہ پہنچی تھیں اور ایک مخالف شخص کے پاس پہنچ گئی تھیں۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا، دیکھو اب میں مولوی صاحب یعنی مجھے مرزا سے علیحدہ کئے دیتا ہوں، چنانچہ وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مولوی صاحب کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی ہو سکتا ہے؛ میں نے کہا نہیں اس نے کہا کہ اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرے تو پھر میں نے کہا تو پھر ہم یہ دیکھیں گے کہ کیا وہ صادق اور راست باز ہے یا نہیں۔ اگر صادق ہے تو بہرحال اس کی بات کو قبول کریں گے۔ میرا یہ جواب سن کر وہ بولا۔ واہ مولوی صاحب آپ قابو ہی نہ آئے یہ قصہ سنا کر مولوی (حکیم نورالدین) صاحب فرمایا کرتے تھے کہ۔

یہ تو صرف نبوت کی بات ہے۔ میرا تو ایمان ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ کریں اور قرآنی شریعت کو منسوخ قرار دیں تو بھی مجھے انکار نہ ہو کیونکہ جب ہم نے آپ کو واقعی صادق اور من جانب اللہ پایا ہے تو اب جو بھی آپ فرمائیں گے وہی حق ہوگا۔ اور ہم سمجھ لیں گے کہ آیت خاتم النبیین کے کوئی اور معنی ہوں گے (سیرت المہدی ج ۱ صفحہ مصنفہ مرزا محمود احمد قادیانی)

۱۰۔ حکیم صاحب ایک خط میں جو مرزا صاحب کی زندگی میں لکھا گیا تھا لکھتے ہیں:۔

"موسیٰ علیہ السلام کے مسیح کا منکر جس فتویٰ کا مستحق ہے اس سے بڑھ کر خاتم الانبیاء کے مسیح کا منکر ہے صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین

میاں صاحب! اللہ تعالیٰ مومنوں کی طرف سے ارشاد فرماتا ہے۔ ان کا قول ہوتا ہے لا نفرق بین احد من رسلہ اور آپ نے بلاوجہ یہ تفرقہ نکالا کہ صاحب شریعت کا منکر کافر ہو سکتا ہے اور غیر صاحب شرع کا کافر نہیں مجھے اس تفرقہ کی وجہ معلوم نہیں۔ جن دلائل و وجوہ سے ہم لوگ قرآن کریم کو مانتے ہیں انہیں دلائل و وجوہ سے ہمیں مسیح کو ماننا پڑا ہے اگر دلائل کا انکار کریں تو اسلام ہی جاتا ہے"

(بدر ۱۸ جولائی ۱۹۰۷ء مباحثہ راولپنڈی صفحہ ۲۷)

بقیہ نکاح اور اسلام

کو نزدیک مدعو کیا جائے ایسی دعوت کو بدترین دعوت قرار دیا گیا ہے جس میں بس خوش حال لوگ بلائے جائیں اور تنگ دست چھوڑ دیئے جائیں۔

شادی کے بعد

شادی کے بعد دونوں ایک دوسرے کے حقیقی ہم درد اور غمگسار بن کر رہیں، ہر ایک دوسرے کا خیال رکھے اور اس کے جذبات کا پاس لحاظ رکھے خاص طور پر مردوں کو ہدایت ہے کہ وہ عورت کے نازک جذبات کا بہت زیادہ رعایت رکھیں اور کوشش کریں کہ ان آبگینوں کو ٹھیس نہ لگ جائے۔ ان میں پیدائشی طور پر کچھ کمزوریاں ہوتی ہیں جن کی وجہ سے ان کا پوری طرح شوہر کے مزاج کے مطابق ڈھل جانا مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے کچھ قبل جو اہم ہدایات دیں ان میں عورتوں سے بہتر سلوک کرنے کی ہدایت بھی ہے۔ اور ایک موقع پر یہ بھی فرمایا کہ "عورتوں سے اچھا سلوک کرنے میں میری صلاح مانو، ان میں پیدائشی طور پر کچھ کجی ہوتی ہے جس طرح پسلی میں۔ اگر تم اسے بالکل سیدھا کرنے لگو گے تو توڑ ڈالو گے سیدھا نہ کر پاؤ گے اگر یونہی رہنے دو گے تو کچھ نہ کچھ کجی برابر رہے گی" مطلب یہ کہ اگر نباہ کرنا ہے تو پھر ان کی کمزوریوں کو نظرانداز کرنا ہی پڑے گا۔

زوجین کے حقوق اور آداب معاشرت پر بہت کچھ تفصیل کی ضرورت ہے

قسط نمبر ۴

مرزا طاہر کے انٹرویو پر ناقدانہ نظر

مولانا سعید احمد جلالپوری

مزید اتنا گذارش کروں گا کہ مرزا صاحب کی دوربین نگاہ ابتدائے اسلام میں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کے واقعات پر تو ہے۔ مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مسجد ضرار کو ڈھانے اور مسمار کرنے کے عملی اقدام کو آخر کیوں نظر انداز فرماتے ہیں جس میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرزائیوں جیسے "مخلصین" کی عبادت گاہ کو گرا کر یہ ثابت فرما دیا کہ اسلام کے خلاف کی جانے والی انڈر گراؤنڈ سازشوں کو محض اسلام کے زبانی کلامی دعووں سے نہیں چھپایا جا سکتا کیونکہ اس سے انسانوں کو تو دھوکہ دیا جا سکتا ہے مگر رازدان حقیقی کے سامنے اس کی پرکاہ سے زیادہ کچھ حقیقت نہیں،

کیا اس پر بھی مرزائی حضرات منافقین کی ہمدردی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو "کھلی کھلی بنیادی انسانی حقوق میں مداخلت" کا مرتکب قرار دیں گے۔؟

اگر جواب اثبات میں ہے اور یقیناً ہونا چاہئے تو حکومت پاکستان کو ایسے عناصر کے احتجاج پر ذرا بھی فکرمند نہیں ہونا چاہئے کیونکہ جو لوگ ختمی مرتبت رسول امی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقدامات پر (جو عین منشائے الٰہی کے مطابق تھے) بھی سراپا احتجاج ہوں وہی لوگ اگر اسلام کے نام پر قائم ہونے والی حکومت کے اسلامی دفعات کے خلاف احتجاج کریں تو کونسی بڑی بات ہے بلکہ اس پر تو حکومت کو خوش ہونا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی وجہ سے ان کی مخالفت کی جا رہی ہے اور ایک مسلمان کے لئے اس سے بڑی سعادت اور کیا ہو سکتی ہے کہ اسے اسلام اور اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جائے۔

اس کے علاوہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف کفار کے طرز عمل کو تو مرزا جی نے محفوظ فرما لیا لیکن شوکت اسلام کے علمبردار نے اپنی خلافت کے دور میں مرتدین اور مدعیان نبوت کے خلاف جو دو ٹوک اور راہ نما طرز عمل اختیار فرمایا تھا جو یقیناً رہتی دنیا تک کے جھوٹے نبیوں کے ساتھ سلوک کرنے کے سلسلہ میں منہاج واضح اور حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے کب تک اس کے حجابات کی کوشش کی جا سکے گی اور پھر کس حد تک۔

آگے مرزا صاحب اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ یہ پاکستان میں خاص طور سے اور دنیا میں اور بہت سے ملکوں میں یہ جو اسلامائزیشن کا دور شروع ہو گیا ہے کیا اس کا یہ ردعمل ہے، اس کا یہ ایک قدم ہے؟ کہتے ہیں، کہ گذشتہ چند سالوں سے یہ بات نمایاں نظر آ رہی ہے کہ سیاسی مقاصد کے لئے مذہب کے استعمال کرنے کا رجحان بڑھ رہا ہے جو نہایت خطرناک ہے:

یہ بات اپنی جگہ بالکل درست اور بجا ہے کہ سیاسی مقاصد کے لئے مذہب کو استعمال کرنا (جیسا کہ مرزائیوں کا وطیرہ ہے) اسلام اور مذہب سے غداری کا ایک بھیانک منظر ہے، مگر افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ مرزا طاہر صاحب نے اس نظریہ سے خود بانی قادیانیت (غلام احمد) کی شخصیت بری طرح متاثر ہوتی نظر آتی ہے چنانچہ مرزائے قادیان مسئلہ تنسیخ جہاد، ملہم من اللہ، محدث، مہدی، مسیح موعود، نبی اور رسول بلکہ تمام رسل سے افضلیت جیسے دعاوی کو نہایت شد و مد سے مذہب کا نام دیتا ہے جبکہ کسی قدر غور و تامل سے یہ بات منکشف ہو جاتی ہے کہ یہ مذہب خوشنما عنوان سے سیاسی مقاصد کے حصول اور مذہبی جنونیوں کو دام کرنے کی کامیاب اور موثر تدبیر ہے، بالفاظ دیگر سیاسی مقاصد کے لئے مذہب

کو استعمال کرنے کی بدترین صورت ہے ۔ جیسا کہ برطانوی دستاویز۔ "دی ایوليوشن آف برٹش ایمپائر ان انڈیا"، اور دوسرے بیرونی شواہد سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

چنانچہ برطانوی دستاویز میں ہے،

"کہ ۱۸۶۹ء میں انگلینڈ سے برطانوی مدبروں اور مسیحی راہنماؤں کا ایک وفد اس بات کا جائزہ لینے برصغیر آیا کہ مسلمانوں کو رام کرنے کی ترکیب اور برطانوی سلطنت سے وفاداری کے راستے نکالنے پر غور کیا جائے، تو اس وفد نے دو رپورٹیں پیش کیں، جن میں یہ کہا گیا تھا کہ ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت اپنے روحانی راہنماؤں کی اندھا دھند پیروکار ہے، اگر اس وقت ہمیں کوئی ایسا آدمی مل جائے جو اپاسٹالک پرافٹ (حواری نبی) ہونے کا دعویٰ کرے تو بہت سے لوگ اس کے گرد اکٹھے ہو جائیں گے...... پھر ایسے شخص کی نبوت کو بطریق احسن پروان چڑھایا جا سکتا ہے"

(بحوالہ عجمی اسرائیل)

اس کے ساتھ اگر مرزا صاحب کی اس درخواست کو بھی پڑھ لیا جائے (جس میں انہوں نے نہایت زور دار الفاظ میں اپنے آپ کو اپنے بزرگوں کی مانند حکومت برطانیہ کا سچا، مخلص، پرجوش وفادار، خادم خاص، اور خود کاشتہ پودا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے) تو مزید حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ مرزا صاحب کے ان تمام دعووں کی بنیاد مذہب ہے یا سیاست؟

چنانچہ لکھتے ہیں۔

اگرچہ میں ان خدمات خاصہ کے لحاظ سے جو میں نے اور میرے بزرگوں نے محض صدق دل اور اخلاص اور جوش وفاداری سے سرکار انگریزی کی خوشنودی کیلئے کی ہیں عنایت خاص کا مستحق ہوں،....... اس خود کاشتہ پودا کی نسبت نہایت حزم اور احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے۔ اور...... اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنے خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا اور نہ اب فرق ہے۔ لہٰذا ہمارا حق ہے کہ ہم خدمات گزشتہ کے لحاظ سے سرکار دولتمدار کی پوری عنایات اور خصوصیت توجہ کی درخواست کریں"

(درخواست بحضور نواب لیفٹننٹ بہادر ۲۴ فروری ۱۸۹۸ء تبلیغ رسالت جلد ہفتم) بحوالہ قادیانی مذہب"

ایسے ہی دو اشتہار "واجب الاظہار" کے عنوان سے دوسری جگہ اپنی "مساعی جمیلہ" کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"تاہم سترہ برس سے سرکار انگریزی کی امداد اور تائید میں اپنی قلم سے کام لیتا ہوں۔ اس سترہ برس کی مدت میں جس قدر میں نے کتابیں تالیف کیں ان سب میں سرکار انگریزی کی اطاعت اور ہمدردی کے لئے لوگوں کو ترغیب دی اور جہاد کی ممانعت کے بارے میں نہایت مؤثر تقریریں لکھیں، اور پھر میں نے قرین مصلحت سمجھ کر اسی امر ممانعت جہاد کو عام ملکوں میں پھیلانے کے لئے عربی اور فارسی کتابیں تالیف کیں جن کی چھپوائی اور اشاعت پر ہزارہا روپیہ خرچ ہوئے،......... پھر میں پوچھتا ہوں کہ جو کچھ میں نے سرکار انگریزی کی امداد اور حفظ امن اور جہادی خیالات کے روکنے کے لئے برابر سترہ سال تک پورے جوش سے پوری استقامت سے کام لیا۔ کیا اس کام کی....... مسلمانوں میں....... کوئی نظیر ہے؟"

(مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص (۱۸۹۶ء)، ۳۶۳)

ان تصریحات کے بعد ہم اپنے انصاف پسند قارئین کی دیانتداری پر فیصلہ چھوڑتے ہیں کہ جو شخص انگریزی حکومت میں نام نہاد شریعت اور مذہب کی بنیاد ڈالے اور اس کی حمایت میں تمام

مختلف زبانوں میں سترہ سال کے طویل عرصہ تک اس قدر کتابیں لکھے کہ پچاس الماریاں بھر جائیں بلکہ تادم آخریں اپنے زور قلم کو اس کام کے لئے وقف کئے رکھے پھر سرکار انگریزی کی اطاعت اور ہمدردی کے لئے لوگوں کو ترغیب دیتے ہوئے ممانعت جہاد میں "نہایت مؤثر اور عمدہ" تقریریں کرے۔

غرضیکہ سرکار انگریزی کی "امداد اور حفظ امن اور اس کے خلاف "جہادی خیالات" کے روکنے میں اپنی مثال نہ رکھتا ہو حتیٰ کہ انتہائی فخر و مباہات سے اپنے آپ کو "انگریزی کا خود کاشتہ پودا" لکھے۔ اور ان تمام خدمات کے صلہ میں اپنے اور اپنی جماعت کے لئے انگریزی حکومت سے ایک خاص عنایت اور مہربانی کا خواہاں ہو ——— کیا ایسے شخص کے متعلق یہ فیصلہ کرنا کہ اس کے ہاں دین سے زیادہ دنیا، اور مذہب سے زیادہ سیاسی مقاصد اور اسلام کے بجائے عیسائیت کا آلہ کار بننا زیادہ عزیز ہے، کیونکر مشکل ہے — اس لئے کہ اس سے تو کوئی مرزائی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ انگریزی حکومت عیسائی تھی اور ہے اور یہ بھی کسی صورت ممکن نہیں کہ عیسائی اپنی مخالفت میں اسلام کا پودا لگائیں۔ بلکہ ان عیسائی مشنری اور حکومت تو اس کی خواہاں رہتی ہے کہ تمام مسلمان بھی (خدانخواستہ) عیسائی ہو جائیں — لہٰذا ماننا ہوگا کہ مرزا غلام احمد کی "کاشت" اور "آبیاری" بھی ان کے نظریہ ارتداد کے پیش نظر کی گئی اور اسی لئے مرزا غلام احمد نے مذہب کے عنوان سے انگریزی حکومت سے سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لئے اس نئے مذہب کی بنیاد رکھی، کیونکہ عیسائی حکومت کے سامنے انتہائی عجز و انکساری سے "عنایت و مہربانی" جیسی حقیر بھیک مانگنے کی ایک شریف مسلمان سے کم از کم توقع نہیں کی جا سکتی۔

مرزا صاحب مزید فرماتے ہیں:۔

"ملائیت کا کوئی تصور اسلام میں نہیں"...... پھر جب سرٹیفکیٹ اسلام کے خدا تعالیٰ کے بجائے ملا سے لینے پڑیں گے تو اس کی طاقت ابھرے گی اور وہ طاقت ایک منفی صورت میں استعمال ہوگی اسٹیٹ کے اندر"

بالکل درست ہے ——— کیونکہ جن مذاہب میں یہ تصور پایا جاتا ہے وہاں دوسرے نقصانات کے علاوہ بسا اوقات ایسا بھی سننے اور پڑھنے میں آیا ہے کہ جنازہ تدفین کیلئے "بہشتی مقبرہ" میں تیار کرکے لایا گیا اور قبر بھی تیار ہے مگر مردہ پڑا اس لئے گل سڑ رہا ہے کہ وہ "موصی" ہونے کے باوجود "سالانہ چندہ" اور آمدنی کا مقررہ فیصد مزعومہ "بیت المال" میں جمع نہیں کرایا تھا۔ یعنی اس کے "بہشتی" ہونے کی سرٹیفکیٹ اس لئے جاری نہیں ہوئی کہ وہ بدبخت "قادیانی خزانہ" کا بقایادار تھا ——— سچ ہے کہ اسلام کی حقانیت کے دلائل میں سے یہ بھی ایک بہت بڑی دلیل ہے کہ اس میں باطل مذاہب کی طرح چند سکوں کے عوض گناہگار صالح اور جہنمی جنتی ہونے کی سرٹیفکیٹ حاصل نہیں کر سکتا۔ لہٰذا مولوی کیا کسی نبی تک کے اختیار میں نہیں کہ وہ کسی کے جنتی یا جہنمی ہونے کی ٹکٹ دے سکے، البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ صحیح اور غلط کی نشاندہی کفریہ عقائد کی تردید اور اسلامی تعلیمات کی ترویج علمائے امت کے فرائض منصبی میں شامل ہے ——— یعنی اگر کوئی شخص اسلام کے نام سے کفریہ عقائد کی اشاعت و ترویج یا پھر کفر و اسلام میں تلبیس کرنا چاہے تو مولوی کا فرض ہے کہ وہ اس کا راستہ روک کر دلائل قاطعہ کی روشنی میں حق و باطل کے مابین حد فاصل قائم کرے اور اعمال و عقائد کے نتیجے میں ہونے والے اس کے انجام سے اسے آگاہ کرے بالفاظ دیگر ایک مولوی کسی کے عقائد و اعمال کے پیش نظر اس کا جنتی یا جہنمی ہونا بتلا تو سکتا ہے مگر اس کو جنتی یا جہنمی بنا نہیں سکتا ——— اور یہی فرق ہے اسلام اور مذاہب باطلہ میں۔

مرزا جی کے اس فقرہ سے مالی طور پر کمزور اور نادار مرزائی حضرات یقیناً کافی محظوظ ہوئے ہوں گے، کیونکہ اس سے جہاں نام نہاد مذہبی ٹھیکہ داروں کی اجارہ داری اور قبرستانی ٹیکس کو نقصان پہنچیگا، وہاں ان مظلوموں کو مردہ ٹیکس سے نجات اور چھوٹ ملیگی۔ کیونکہ اس سے پہلے اگر اس کی ادائیگی میں ذرہ بھی چوں چرا ہوتی تو ایک دم "جہنمی" ہونے کا تمغہ مل جاتا۔ ہمارے خیال میں مرزا طاہر کے اس قول کا مفہوم بھی یہی ہے "کہ ملائیت کا رول کو عروج ملے گا" یعنی اس سے پادری اور مکھی سسٹم کو عروج حاصل ہوگا۔ جو کہ یقیناً استحصال کا باعث ہے لیکن ان کے اس نظریہ سے بانی قادیانیت کی تعلیمات کی تردید و تکذیب ہو جاتی ہے کیونکہ ان کے ہاں "اسلام" کی سرٹیفکیٹ حاصل کرنے میں ان کی اطاعت و تسلیم کو جو دخل ہے وہ توحید و رسالت کی تصدیق کو بھی نہیں۔

نکاح اور اسلام

جناب سید تنویر عالم شمسی چک اولیاء دیپالپوری

اگر لڑکی کو بآسانی ایک نظر دیکھ لینا ممکن نہ ہو تو بہتر شکل یہ ہے کہ کسی سمجھ دار اور قابلِ اعتبار رشتہ دار عورت کو لڑکی کے گھر بھیج دیا جائے۔ وہ لڑکی دیکھ کر اور حالات کا جائزہ لے کر جو رائے دے اسی کے مطابق قدم اٹھایا جائے۔ یہی صورت نبی اکرم صلی اللہ نے ایک موقع پر اختیار فرمائی تھی۔ علامہ بدر الدین عینیؒ نے نقل کیا ہے کہ

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت سے شادی کا ارادہ کیا تو اس کے پاس ایک خاتون کو بھیجا تاکہ وہ اچھی طرح دیکھ بھال کر آئے۔"

پیغام مرد کی جانب سے بھیجنا چاہیے

عورتوں کے احترام، ان کی فطری حیاء اور نزاکت کا اصل تقاضا یہ ہے کہ نکاح کی پیش کش عورت یا اس کے سرپرستوں کی طرف سے نہ ہو بلکہ مرد کی جانب سے ہو۔ اس لیے مناسب یہ ہے کہ پیغام مرد کی طرف سے جائے اور وہ بھی براہ راست عورت کے پاس نہیں بلکہ اس کے سرپرستوں کے پاس جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ، ام سلمہؓ، ام حبیبہؓ وغیرہ کا خود ہی پیغام بھیجا تھا۔ مگر بعض مخصوص موقعوں پر عورت یا اس کے سرپرستوں کی طرف سے بھی پیغام بھیجا جا سکتا ہے۔ اس کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ حضرت عمرؓ کا واقعہ ہے کہ جب ان کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ بیوہ ہو گئیں اور ان کے نکاح کی فکر ہوئی تو انہوں نے از خود حضرت عثمانؓ سے شادی کی پیشکش کی انہوں نے معذرت کر دی۔ تو پھر حضرت ابوبکرؓ سے پیش کش کی وہ بھی خاموش رہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ نکاح کا انہیں علم ہو چکا تھا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ بہتر اور مناسب موقع کے لیے عورت کے اولیاء خود بھی پیش کش کر سکتے ہیں

پیغام پر پیغام دینا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں ایک اہم ہدایت یہ دی ہے کہ اگر لڑکی کا رشتہ کہیں طے ہو چکا ہو یعنی منگنی ہو چکی ہو یا کسی پیغام سے اس کے سرپرست مطمئن ہو چکے ہوں تو پھر کسی دوسرے شخص کو وہاں پیغام دینا ممنوع ہے کیونکہ اس سے پہلے شخص کی نہ صرف یہ کہ دل شکنی ہو گی بلکہ وہ اسے اپنے حقوق میں دست اندازی خیال کرے گا جس کے نتیجہ میں دشمنی اور عداوت پیدا ہو سکتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ

"کوئی شخص نکاح کا پیغام ایسی عورت کو نہ دے جسے اس کے کسی دینی بھائی نے پہلے سے پیغام دے رکھا ہو۔ جب تک وہ خود ہی دست بردار نہ ہو جائے"

شادی کا مناسب طریقہ

مناسب رشتہ آ جانے پر شادی میں دیر نہیں لگانی چاہیئے۔ حدیث میں اس کی بہت تاکید آئی ہے۔ شریعت نے شادی کا مسئلہ بہت آسان بنا دیا تھا اور حضور اور آپ کے اصحاب کے زمانہ میں اسی معیار کے مطابق شادیاں ہوا کرتی تھیں۔ جس میں نہ جہیز کی ضرورت، نہ باراتیوں کا ہجوم، نہ جوڑے اور گھوڑے کی حاجت۔ بلکہ اکثر موقعوں پر تو شادی کے بعد لوگوں کو بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوتی کہ فلاں صحابی

کی شادی ہوگئی۔ لیکن اسے بدقسمتی اور بدنصیبی کے علاوہ اور کیا کہا جائے کہ اسی شریعت کے ماننے والوں نے غیروں کی نقل میں اپنے آپ کو ایسی زنجیروں میں جکڑ لیا ہے کہ شادی ایک بھیانک مسئلہ بن گئی ہے اس کا نام آتے ہی خوشی کے بجائے سرپرستوں خاص کر لڑکی کے سرپرستوں کو فکر و پریشانی کا پہاڑ سر پر رکھا ہوا محسوس ہونے لگتا ہے۔ حالانکہ لڑکیوں کے سرپرستوں پر کوئی خرچ بھی شریعت نے شادی کے وقت لازم نہیں کیا تھا۔

کاش! اسلام کے نام لینے والے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دم بھرنے والے اپنے دعوائے اسلام اور دعوائے رسول کی لاج رکھتے اور محبوب کے نقش قدم پر چل کر آخرت ہی نہیں دنیا بھی خوش گوار بنا لیتے۔

اچھی شادی اور مہر

یوں تو شادی کے تمام مراحل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سامنے رہنا چاہیئے کہ "سب سے با برکت اور مسعود شادی وہ ہے جس میں مالی بار کم سے کم ہو اور دشواریوں میں مبتلا نہ ہونا پڑے"۔ خاص طور پر مہر کے بارے میں اس پر ضرور عمل ہونا چاہیئے حضرت عمرؓ نے ایک خطبہ میں فرمایا۔ کان کھول کر سن لو، عورتوں کے مہر زیادہ نہ باندھا کرو۔ اگر دنیا میں یہ اعزاز کی بات یا اللہ کے نزدیک پسندیدہ چیز ہوتی تو اللہ کے نبیؐ ضرور ایسا کرتے۔

اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر کی کوئی ایسی مقدار مقرر نہیں فرمائی جس کے بعد اجازت نہ رہتی ہو لیکن احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ بس اتنا مہر مقرر ہونا چاہیئے جو بآسانی ادا کیا جا سکے۔ اور اس کا کچھ حصہ جنسی تعلق قائم کرنے سے پہلے ہی بیوی کی دل جوئی کی خاطر ادا کر دینا چاہیئے۔ حضرت علیؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی حکم دیا تھا کہ فاطمہؓ کو پہلے وہ کچھ دے دیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے طرز عمل سے جس طرح یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مہر کی مقدار اتنی زیادہ مقرر نہیں کرنی چاہیئے کہ جس کا ادا کرنا ہی مشکل ہو جائے۔ اسی طرح سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مہر اتنا کم نہ ہونا چاہیئے ..... جس سے عورت کی بے وقعتی بلکہ بے قیمتی کا احساس ہونے لگے۔ اس بارے میں بھی اکثر لوگ غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں کہ یا تو اتنا زیادہ مہر مقرر کرنا باعث فخر سمجھتے ہیں جس کا ادا کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ بسا اوقات محال ہوتا ہے یا اتنی کم مقدار مقرر کرتے ہیں کہ سن کر ہنسی آ جائے اور عورت کی کھلی توہین محسوس ہو، شریعت نے اس سلسلہ میں بیچ کی راہ پسند کی کہ نہ بہت زیادہ ہو اور نہ عورت کی حیثیت سے اتنا کم کہ اسے شرمندہ اور سُبک ہونا پڑے۔

شادی اور اظہار خوشی

شادی کے موقع پر طبیعت انسانی کا تقاضا ہوتا ہے کہ کچھ خوشی کا اظہار ہو جائے چنانچہ شریعت میں اس کی بھی رعایت ملتی ہے حدیث میں آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکی کے بارے میں جس کی شادی حضرت عائشہؓ نے کی تھی اور اسے رخصت بھی کر دیا گیا تھا دریافت فرمایا کہ "کیا تم نے دلہن کو رخصت کر دیا۔ لوگوں نے کہا۔ جی ہاں آپ نے پوچھا کیا تم نے کسی خوش گلو کو بھی ساتھ بھیجا کیونکہ انصار باذوق لوگ ہیں اگر تم اس کے ساتھ مبارک بادی کا ترانہ پڑھنے والے کو بھیج دیتے تو اچھا کرتے"۔

اس سے معلوم ہوا کہ شادی کے موقع پر خوش آواز اور ترنم کے ساتھ کوئی مفید نصیحت آموز یا دعائیہ کلام پڑھ لیا جائے تو مضائقہ نہیں مگر اس حدیث سے فحش اشعار اور گیت گانے کا جواز ہرگز نہیں معلوم ہوتا۔ یہاں پر یہ بات بھی یاد رہے کہ شعر پڑھنے اور گانے والی عورتیں نہ ہوں بلکہ کم سن بچیاں جن کا ابھی پردہ ضروری نہ ہو، گنگنا سکتی ہیں جیسے کہ ایک شادی کے موقع پر حضور کے سامنے بچیوں نے گنگنایا تھا مگر جب انہوں نے ایک نامناسب مصرع پڑھا تو حضور نے فوراً ٹوک دیا۔

دعوت ولیمہ

ولیمہ بھی پسندیدہ اور ایک درجہ میں مطلوب و مسنون قرار دیا گیا ہے اس میں ایک مصلحت تو یہ ہے کہ اس سے خوشی کا اظہار ہوتا ہے دوسرے نکاح کا اعلان خوب خوب ہو جاتا ہے مگر ولیمہ کا یہ مطلب نہیں کہ ناک اونچی کرنے کے لیے فضول خرچی کرے بلکہ اپنی حیثیت کے مطابق کہ جس میں قرض کی ضرورت نہ پڑے اور دوسرے ضروری اخراجات میں دشواری پیش نہ آئے۔ مخلص دوست احباب کو بلا کر کچھ کھلا دیا جائے یہی ولیمہ ہے۔

ولیمہ کے بارے یہ بات بھی سامنے رہے کہ فقراء اور محتاج

مرزا غلام احمد قادیانی ایک نظر میں

۱۸۳۹-۴۰ء ۔ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کی ولادت
مرزا قادیانی صاحب ایک لڑکی کے ساتھ توام پیدا ہوئے
وہ لڑکی چند ماہ بعد مرگئی اس کا نام جنت تھا

۱۸۶۴-۶۸ء ۔ سیالکوٹ کی کچہری میں مرزا صاحب کی قلیل تنخواہ پر ملازمت ۔ نیز مختاری کے امتحان میں شرکت اور ناکامی
بالآخر ملازمت سے علیحدگی ۔

۱۸۷۶ء ۔ الہامات کی ابتداء ۔

۱۸۷۷ء ۔ محکمہ ڈاک کی طرف سے مرزا صاحب پر فوجداری مقدمہ
اور بریت ۔

۱۸۸۰ء ۔ براہین احمدیہ ۔ حصہ اول وحصہ دوم کی اشاعت
۱۸۸۲ء میں تیسری جلد اور ۱۸۸۴ء میں چوتھی جلد شائع ہوئی ۔
۱۸۸۵ء میں مجدد ہونے کا دعویٰ اور اس کا اشتہار و اعلان
یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو بیعت لینے کا اشتہار و اعلان ۔ پیری مریدی
کی ابتداء ۔

۱۸۹۱ء ۔ مسیح موعود اور مہدی موعود ہونے کا دعویٰ
اور اس کا اشتہار و اعلان ۔

۱۸۹۷ء ۔ "عریضہ بعالی خدمت گورنمنٹ عالیہ انگریزی"
"الملتمس خاکسار مرزا غلام احمد قادیانی"

(۲) "جلسہ احباب بر تقریب جشن جوبلی بغرض دعا و شکرگذاری جناب ملکہ معظمہ قیصر ہند دام ظلہا" منجانب مرزا غلام احمد قادیانی صاحب"

مرزا قادیانی صاحب پر انکم ٹیکس کا مقدمہ اور بالآخر انکم ٹیکس سے معافی ۔

پنڈت لیکھرام کے قتل کے شبہ میں مرزا قادیانی صاحب کی خانہ تلاشی ۔

مارٹن کلارک کی طرف سے مرزا قادیانی صاحب پر اقدام قتل کا فوجداری مقدمہ اور مرزا قادیانی صاحب کی بریت ۔

۱۸۹۸ء ۔ درخواست بحضور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر دام اقبالہٗ
راقم خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ۔

۱۸۹۹ء ۔ حضور گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست ۔ عریضہ
خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ۔

حفظ امن کا مرزا قادیانی صاحب پر مقدمہ فوجداری اور بریت

۱۹۰۰ء ۔ دینی جہاد کی ممانعت کا فتویٰ کہ دینی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا خدا کے حکم کے ساتھ بند کر دیا گیا ۔ اور دین کے لئے لڑنا حرام ہو گیا ۔

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

(مرزا قادیانی صاحب)

۲۔ اپنی جماعت کا نام احمدی رکھنے کا اشتہار و اعلان اور سرکار سے استدعا کہ مردم شماری میں اسی نام سے اس فرقہ کو درج کیا جائے لیکن مرزائی اور قادیانی کہلوانے پر فخر ۔ (ناقل)

۱۹۰۱ء ۔ اپنے نبی ہونے کا دعویٰ اور اس کا اشتہار و اعلان ۔

۱۹۰۲ء قادیان میں منارۃ المسیح کی تعمیر کا اعلان بقیہ صـ۲۱

لاہوری پارٹی کیلئے لمحہ فکریہ

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

مسٹر محمد علی لاہوری ایم اے اور اس کی پارٹی کا عقیدہ ہے کہ مرزا صاحب حقیقی نبی تو نہیں مگر مجازی اور لغوی نبی ہیں اور مسیح موعود حقیقی ہیں،

لاہوری جماعت کے بارہ میں لوگ سوال کرتے ہیں کہ یہ جماعت کیوں کافر ہے جب کہ یہ جماعت مرزا کو نبی نہیں مانتی۔

جواب یہ ہے ۔ کہ کسی جماعت کا مسلمان یا کافر ہونا اس پر موقوف نہیں کہ وہ مرزا کو نبی مانتی ہے یا نہیں اول دیکھنا یہ ہے کہ خود مرزا کیا کہتا ہے! سو دعوائے نبوت کے متعلق خود مرزا کی عبارتیں ایسی موجود ہیں کہ جنہیں مرزا نے صاف الفاظ میں باآواز بلند یہ کہدیا کہ میں خدا کا نبی اور رسول ہوں اور ہر بات میں تمام انبیاء سے بڑھ کر ہوں۔ اور دعویٰ نبوت کے بارہ میں مرزا کی صدہا عبارتیں بلکہ ہزارہا عبارتیں ایسی صریح موجود ہیں کہ جن کی مراد اور مفہوم بالکل واضح ہے۔

اور مرزا نے بار بار اس بات کا اعلان کر دیا کہ جو میری نبوت کو نہ مانے یا میرے بارہ میں متردد ہو وہ کافر اور جہنمی ہے اور اس سے بیاہ و شادی کے تعلقات جائز نہیں اور نہ اس کی نماز جنازہ میں شرکت جائز ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی اعلان کیا کہ اپنے دعویٰ کے انکار کرنے والوں کو کافر کہنا انہی نبیوں کی شان ہے جو خدا کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لے کر آتے ہوں،

پس لاہوری جماعت مرزا کے قول اور فتوے کے مطابق کافر اور جہنمی ہوئے۔ کیونکہ لاہوری جماعت والے مرزا کو نبی نہیں مانتے بلکہ محض مجدد مانتے ہیں،

دوم یہ کہ لاہوری جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتی ہے اور آپ کے بعد کسی کے لئے نبوت جائز نہیں مانتی تو سوال یہ ہے کہ جب ایسی بے شمار صریح عبارتوں سے مرزا کا دعویٰ نبوت ثابت ہو گیا تو ختم نبوت کے عقیدہ کی بناء پر مرزا دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا۔ تو ایسی صورت میں تو مرزا کو ادنیٰ درجہ کا مسلمان سمجھنا بھی کفر ہے جس شخص کا کفر ثابت ہو جائے تو اس کو مسلمان سمجھنا بھی کفر ہے چہ جائیکہ اس کو مجدد یا مسیح موعود مانا جائے مدعی نبوت کو تو مسلمان سمجھنا بھی کفر ہے اور اس کو مجدد سمجھنا تو اس سے بڑھ کر کفر ہے۔

مثلاً اگر کوئی شخص مسیلمہ کذاب (مدعی نبوت) کو نبی تو نہ مانے لیکن اس کو مجدد مانے تو یہ شخص بھی بلاشبہ کافر ہے

اور مدعی نبوت اور یقینی کفر کرنے والے کے قول میں کسی قسم کی تاویل کرنا یا اس کی طرف داری کرنا یہ بھی بلاشبہ کفر ہے نیز یہ کہ مرزا غلام احمد فقط دعوائے نبوت کی وجہ سے کافر نہیں بلکہ اور وجوہ سے بھی کافر ہے اور مرزا کے یہ عقائد کفریہ صریح اور صاف ہیں اور اردو زبان میں ہیں جس کے سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں اور پھر ہر کفر سو سو عنوان اور سو سو تعبیر سے مرزا کی کتابوں میں مذکور ہے جسمیں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں ایسے صریح کافر اور مرتد کو تو ادنیٰ درجہ کا مسلمان سمجھنا بھی کفر ہے چہ جائیکہ اس کو مجدد یا مسیح موعود مانا جائے۔

لاہوری جماعت اگرچہ مرزا کو نبی نہیں مانتی اور اس کی

نبوت کی قائل نہیں، لیکن سوائے دعویٰ نبوت کے مرزا کی ان تمام باتوں کی تصدیق کرتی ہے اور دل وجان سے ان پر ایمان رکھتی ہے کہ جو بلاشبہ کفر ہیں اور قرآن وحدیث اور اجماع امت کے خلاف ہیں۔"

خلاصہ کلام یہ کہ لاہوری جماعت اگرچہ مرزا کے دعوائے نبوت کی تصدیق نہیں کرتی لیکن دیگر عقائد کفریہ میں تو اس کی ہمنوا ہے بالفرض اگر مرزا نبوت کا دعویٰ نہ کرتا تب بھی وہ ان عقائد کفریہ کی بناء پر کافر اور مرتد تھا تو اس بناء پر بھی لاہوری جماعت کافر ٹھہرتی ہے۔ اس لئے کہ کفر وارتداد کی ہمنوائی بھی کفر ہے۔

مثلاً اگر کوئی شخص نبوت کا دعویٰ تو نہ کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صدق دل سے خاتم النبیین بھی مانے لیکن وہ شخص ان امور کا انکار کرے جو آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے ثابت ہیں ــــ مثلاً

(۱) انبیاء کرام کی توہین کرے (۲) اور ان کے معجزات کا انکار کرلے۔ (۳) اور ان کے حسب ونسب میں طعن کرے تو ایسا شخص بلاشبہ کافر ہے،

اور جو شخص ان عقائد کفریہ میں اس کا ہمنوا ہے تو وہ بھی کفر میں ان کے ساتھ برابر کا شریک ہے۔ یہی حال لاہوری جماعت کا ہے کہ اگرچہ مرزا کو نبی نہیں مانتی لیکن مرزا کے دوسرے عقائد کفریہ کو دل وجان سے حق سمجھتی ہے، علاوہ ازیں پیشوائے جماعت لاہوریہ محمد علی لاہوری نے انگریزی اور اردو میں قرآن کریم کی تفسیر لکھی ہے جس میں بہت سی آیات قرآنیہ کی تحریف کی ہے یہ تحریفات ہی اس جماعت کے کفر کے مستقل وجوہ ہیں۔ خواہ یہ جماعت مرزا غلام کو مانے یا نہ مانے یہ تحریفات اس جماعت کے کفر والحاد کے مستقل وجوہ ہیں۔

نیز پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ مرزا صاحب صاف اور صریح الفاظ میں بآواز بلند یہ کہتے ہیں کہ جو مجھ کو نہ مانے وہ کافر اور جہنمی ہے تو مرزا صاحب کے اس فتوے کی بناء پر لاہوری جماعت کافر اور جہنمی ٹھہرتی ہے کیونکہ لاہوری جماعت مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتی، محض مجدد یا محدث ماننے سے ان کو کفر سے نجات نہیں ملتی۔ بہرحال لاہوری جماعت مرزا صاحب کے فتووں کی رو سے بھی کافر اور جہنمی ہے کیونکہ لاہوری جماعت مرزا صاحب کو نبی اور رسول نہیں مانتی۔

لاہوری مرزائیوں سے سوال

اگر مرزا صاحب حقیقی نبوت کے مدعی نہ تھے تو یہ بتلایا جائے کہ حقیقی نبوت کا دعویٰ کن الفاظ سے ہوتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو مرزا کے نزدیک بھی حقیقی نبی تھے جو الفاظ حضور کی نبوت کے لئے قرآن کریم میں آئے ہیں وہی الفاظ مرزا صاحب نے اپنے لئے استعمال کئے ہیں۔ لہذا یہ کہنا کہ مرزا صاحب حقیقی نبوت کے مدعی نہ تھے صریح مکابرہ اور مجادلہ ہے۔ ایک شخص صراحۃً علی الاعلان یہ کہہ رہا ہے کہ میں وزیر اعظم ہوں، اور آپ یہ کہتے ہیں کہ اس کی مراد ظلی اور بروزی اور مجازی اور لغوی وزارت ہے، مرزا صاحب کے دعوائے نبوت کی عبارتیں عموماً اردو زبان میں ہیں کیا سوائے محمد علی لاہوری کے کوئی اردو زبان سمجھنے کی قابلیت نہیں رکھتا۔

(۲) اور اگر یہ تسلیم کرلیا جاوے کہ مرزا صاحب نے نبوت حقیقیہ کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ ظلی اور بروزی اور مجازی نبوت کے مدعی تھے تو یہ بتلایا جائے کہ کیا ظلی اور مجازی نبوت پر ایمان لانا فرض ہے اور کیا اس کا انکار کفر وارتداد ہے؟

(۳) نیز یہ بتلایا جائے کہ لاہوری جماعت اس گروہ کو جو مرزا کو حقیقۃً نبی مانتی ہے جیسے بشیر الدین محمود وغیرہ اس کی تکفیر کیوں نہیں کرتی؟ لاہوری جماعت کو چاہئے کہ قادیانی جماعت کے کفر کا اعلان کرے اور ان سے شادی بیاہ اور میراث کے عدم جواز کا فتویٰ دے، لیکن معاملہ برعکس ہے جو لوگ حضور کو صحیح معنی میں خاتم النبیین مانتے ہیں لاہوری جماعت ان سے کافروں کا سا معاملہ کرتی ہے اور کسی مرزائیہ لڑکی کا نکاح غیر مرزائی سے جائز نہیں سمجھتی اور نہ ان کے پیچھے نماز درست سمجھتی ہے اور قادیانی جماعت سے بیاہ شادی و میراث وغیرہ سب کو جائز اور حق سمجھتی ہے حالانکہ یہ جماعت ختم نبوت کی منکر ہے اور خاتم النبیین کے بعد مرزا کو نبی مانتی ہے جو سراسر عقیدہ ختم نبوت کے خلاف ہے۔

(۴) نیز اگر آپ کے نزدیک مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تو کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں بھی نہیں دیں

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مساوات بلکہ افضلیت کا بھی دعویٰ نہیں کیا اور کیا مرزا صاحب نے اسلام کے قطعی اور اجماعی امور میں تاویل اور تحریف بھی نہیں کی۔

کیا ان باتوں سے آدمی کافر اور مرتد ہوتا ہے یا نہیں؟

بلاشبہ مرزا صاحب ایک وجہ سے نہیں بلکہ صدہا وجوہ سے صریح کافر اور مرتد ہیں۔ لاہوری مرزائی اگرچہ ظاہراً مرزا صاحب کو نبی نہیں کہتے لیکن دعوائے نبوت کے علاوہ تو مرزا کی تمام کفریات کو حق سمجھتے ہیں اور جو شخص صریح کافر کو کافر نہ سمجھے وہ بھی کافر اور مُرتد ہے"

مثلاً کوئی شخص مسیلمہ کذاب کے کفر میں تاویل کرے تو وہ بھی کافر ہے۔

لاہوری جماعت کا عجب حال ہے کہ مرزا صاحب کو ملہم اور مامور من اللہ بھی مانتی ہے اور ان کے خاص دعوئے نبوت سے انکار بھی کرتی ہے قادیان کے متنبی سے بھی وابستہ رہنا چاہتی ہے اور مسلمان بھی رہنا چاہتی ہے"

"ایں خیال است و محال است و جنوں"

قادیانی جماعت سے سوال

جب آپ کے نزدیک مرزا حقیقۃً نبی ہے تو پھر آپ لاہوری جماعت کی تکفیر کیوں نہیں کرتے کیونکہ وہ آپ کے اعتقاد کے مطابق ایک حقیقی نبی اور رسول کے منکر ہیں۔ حیرت ہے کہ مرزا محمود وغیرہ کے نزدیک تمام دنیا کے مسلمان جو کہ مرزا کو نبی نہ مانیں تو وہ کافر اور مُرتد ہیں مگر محمد علی لاہوری اور ان کے متبعین اگرچہ مرزا صاحب کی نبوت کا انکار کریں وہ کافر و مرتد نہیں۔ بھائی بھائی ہیں!

آخر قادیانی حضرات بتلائیں کہ وہ لاہوریوں کو کیوں کافر نہیں کہتے۔ آخر وہ بھی ہماری طرح مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے اور مرزا غلام احمد کا فتویٰ ہے کہ جو مرزا کو نبی نہ مانے وہ کافر ہے اور جو نبی کے منکر اور مکذب کو کافر نہ جانے تو وہ بھی کافر ہے۔

معلوم ہوا کہ قادیانیوں کا یہ اختلاف سب جنگ زرگری اور نفاق ہے۔ آخر اس کا مطلب کیا ہے کہ لاہوری مرزا صاحب کو نبی نہ مانیں تو کافر نہیں اور تمام دنیا کے مسلمان مرزا صاحب کو نبی نہ ماننے کی وجہ سے کافر اور مرتد ہیں معلوم ہوا کہ قادیانی اور لاہوری درپردہ سب ایک ہیں (والکفر ملۃ واحدۃ)

اصل وجہ یہ ہے کہ جب لاہوری جماعت نے مرزا صاحب کو مسیح موعود اور مامور من اللہ مان لیا تو گویا نبی ہی مان لیا بلکہ سب کچھ مان لیا۔

ہمارے نزدیک محمد علی لاہوری منافق تھا مرزا محمود منافق نہیں۔ صاف کہتا ہے کہ میرا باپ "حقیقۃً" نبی تھا۔

اور لاہوری جماعت بہ نسبت قادیانی جماعت کے زیادہ خطرناک ہے، نفاق کے پردہ میں اپنے کفر کو چھپاتی ہے۔

بقیہ: مرزا غلام احمد ایک نظر میں:

۱۹۰۴ء اپنے کرشن ہونے کا دعویٰ اور اس کا اشتہار و اعلان

۱۹۰۵ء قادیان میں "بہشتی مقبرہ" قائم ہونے کا اشتہار و اعلان

۱۹۰۸ء فنانشل کمشنر پنجاب کا دورہ۔ قادیان میں مرزا صاحب کی طرف سے دعوت اور شاندار استقبال

(۲) ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو بمقام لاہور وبائی ہیضہ سے چند گھنٹوں میں مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کی ناگہانی موت۔

وفاقی شرعی عدالت میں مسلمانوں کے دلائل سے متاثر ہوکر ایک قادیانی کا قبول اسلام

لاہور (سٹاف رپورٹر) وفاقی شرعی عدالت میں مسلمانوں کے دلائل سے متاثر ہوکر ربوہ کے ایک قادیانی حنیف احمد نے قادیانیت سے تائب ہونے کا اعلان کردیا۔ یہ اعلان بادشاہی مسجد کے خطیب مولانا عبدالقادر آزاد کے نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا گیا۔ نماز جمعہ ہی کے دوران ۸ افراد کے ایک کنبے نے عیسائیت سے تائب ہوکر مولانا آزاد کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، خاندان کے سربراہ یوسف مسیح کا نام محمد یوسف رکھا گیا۔ (جنگ ۱۱ اگست ۱۹۸۴ء ص ۲)

امام ابو حنیفہؒ اور اوصافِ مخصوصہ

سیدنا امام الائمہ سراج الامہ سید الفقہا محدث کبیر حافظ الحدیث حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابتؒ راجح قول کے مطابق ۸۰ھ میں عدم سے دنیائے جہاں میں تشریف لائے اور ۱۵۰ھ کو عازم اقلیم عدم ہوئے۔ صحبت امروز میں حضرت امام صاحبؒ کی زندگی اور اوصاف مخصوصہ کی ایک جھلک نذر قارئین ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کا آبائی اجدائی پیشہ تجارت تھا۔ آپ بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اسی کو روزگار بنایا وقت کے مشہور تاجروں میں سے آپ کا نام شمار کیا جاتا تھا۔ تجارتی معاملات کی وجہ سے بازاروں اور مختلف شہروں سے آپ کا واسطہ پڑتا تھا۔ ایک دفعہ امام شعبیؒ سے ملاقات ہوئی۔ امام شعبیؒ نے دریافت کیا صاحبزادے کیا کرتے ہو، جواب دیا میرا مشغلہ تجارت ہے، پوچھا علماء کے پاس بھی کبھی آتے ہو۔ جواب دیا میں بہت کم آیا کرتا ہوں، امام صاحب فرماتے ہیں کہ میرے قلب پر امام شعبیؒ کی بات کا اتنا اثر ہوا کہ میں نے ان سرگرمیوں کو چھوڑ کر علم کی صحبت کو اختیار کیا۔ طلب علم کے دوران امام صاحب کی عمر کتنی تھی۔ علامہ شبلی نعمانی جیسے مؤرخ نے بھی یہاں سکوت اختیار کیا ہے۔ علوم میں سے اولاً آپ کا تعلق علم کلام کے ساتھ قائم ہوا۔ علامہ شبلی نے اس بارے میں لکھا ہے کہ "علم کلام زمانہ مابعد میں مدوّن مرتب ہو کر اکتسابی علوم میں داخل ہو گیا لیکن اس وقت تک اس کی تحصیل کے لئے صرف قدرتی ذہانت اور مذہبی معلومات درکار تھیں۔ قدرت نے امام ابو حنیفہؒ میں یہ سب باتیں جمع کر دی تھیں۔ رگوں میں ایرانی خون، طبیعت میں زور اور جدت تھی۔ مذہبی روایتیں کوفہ میں ایسے عام تھیں کہ ایک معمولی شخص بھی تعلیم یافتہ لوگوں میں بیٹھ کر حاصل کر سکتا تھا۔"

حضرت امام حمادؒ جو کہ مشہور تابعی ہیں اور اپنے زمانے میں نہایت معتمد سمجھے جاتے تھے اور حضرت عبداللہ ابن مسعود کی روایت کا مدار یہی تھے۔ اس لئے حضرت امام صاحب نے فقہ سیکھنے کے لئے ان کا حلقہ درس پسند کر کے منتخب فرمایا۔ امام ابو حنیفہؒ کو اپنے دور کے تمام ائمہ پر امتیازی شان حاصل تھی۔ ردمختار میں علامہ شامیؒ نے بیان فرمایا ہے کہ امام صاحب کے چار ہزار اساتذہ تھے۔ ایک دفعہ احناف اور شوافع کے مابین اسی پر مناظرہ ہوا کہ امام شافعیؒ افضل ہے یا امام ابو حنیفہ؟

جب دونوں کے اساتذہ گنے گئے تو امام شافعی کے اسیؒ اساتذہ شمار میں آئے اور امام صاحب کے چار ہزار ... جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر دین ثریا ستارے کے قریب بھی ہوگا تو اس کو وہاں سے فارسیوں کا ایک آدمی حاصل کرے گا۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اس حدیث کے متعلق فرمایا ہے کہ یہ حدیث امام ابو حنیفہؒ کی فضیلت اور بشارت میں بالکل صحیح ہے صاحب تذکرۃ الاولیاء نے اپنے کتاب میں لکھا ہے کہ شیخ بو علی کہتے ہیں کہ میں شام میں حضرت بلال کی قبر کے قریب سو رہا تھا کہ میں نے خواب میں اپنے آپ کو مکہ معظمہ میں دیکھا اور دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باب بنی شیبہ سے داخل ہوئے اور ایک بوڑھے کو گود میں اٹھائے ہوئے ہیں۔ میں حضورؐ کے پاس گیا اور دریافت کیا کہ یہ بوڑھے کون ہیں؟ تو حضورؐ نے فرمایا کہ یہ مسلمانوں کے امام اور تیرے ہم وطن ابو حنیفہ ہیں۔

مشہور محدث ابن داؤد فرماتے ہیں کہ اہل اسلام پر نماز پنجگانہ میں امام صاحب کے لئے دعا کرنا لازم ہے کیونکہ انہوں نے دوسروں کے لئے سنن و آثار محفوظ کر دیا۔ امام صاحب کی زندگی

شانہ تھی اور طبیعت فقیرانہ ۔ وہ عیالدار بھی تھے اور جائیدادوں کے مالک بھی، آپ بہترین مقنن اور بلند پایہ متکلم بھی تھے۔ اور زندہ دار شب دیجور بھی۔ آپ آزاد بھی رہے اور پابند سلاسل بھی، عرب اور عجم دونوں سے تعلق تھا، اپنے زمانے کی سیاسیات سے بھی گہرا تعلق رہا اور اجتماعیات سے بھی۔ وہ بہت بڑے سوداگر بھی تھے اور بہت بڑے امین بھی۔ الغرض امام صاحب اپنے وقت کے عظیم محدث، مفسر، مقنن، مدبر، حکیم و دانا، فلسفی دانشور اور ذی استعداد معلم تھے۔ جس نے دنیا میں کتاب اللہ اور سنت رسول کا چرچا کیا اور ہزاروں کی تعداد میں اپنے پیچھے وارث الانبیاء چھوڑے جنہوں نے لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں مشرب توحید سے ناموس رسالت کے پروانوں کو سیراب کیا۔ جو کہ اب تک دنیا میں پھیلتے جا رہے ہیں۔

آپ نے ۱۵۰ھ شوال کے مہینے میں جمعہ کے دن وفات پائی۔ جس وقت ملک میں وفات کی خبر پھیلی تو دنیا ایک طرح ماتم کدہ بن گئی اور سارا شہر امڈ آیا۔ شہر کے قاضی القضاۃ نے آپ کو غسل دیا۔ امام صاحب کے انتقال کے بعد تین دن مسلسل جنات کے رونے کی آوازیں سنائی دیں۔

کتاب :۔ زاد حج

حج ارکان اسلام میں سے ایک اہم رکن ہے، جسے تکمیل دین کا مرتبہ بھی حاصل ہے۔ حاجی کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "ان الحج یھدم ما کان قبلہ" یعنی حج پچھلے سب گناہوں کو معاف کرا دیتا ہے، اور "الحج المبرور لیس لہ الجزاء الا الجنۃ" حج مقبول کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں) زبردست بشارت ہے، حجاج کرام اپنا حج مبرور کی بروقت فکر رکھنی چاہئے۔ اس سلسلہ میں "زاد حج" کے نام سے ایک مجموعہ (۱) فضائل حج از حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ، (۲) زبدۃ المناسک حضرت گنگوہیؒ، (۳) نصائح حج از حضرت شیخ (۴) حج کے پانچ دن از حافظ محمد شاہؒ (۵) عمرہ کی ادائیگی احرام باندھنے سے لیکر حلق تک (۶) دعاؤں کا مجموعہ مختصر الحزب الاعظم از صوفی محمد اقبال صاحب المدنی (۷) صلوٰۃ وسلام کی چہل حدیث، (۸) تسبیح طواف وسعی) شائع کیا گیا ہے۔ حجاج کے لئے بہترین رہبر ہے

ملنے کے پتے :۔ ۱۔ ادارہ اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵

۲۔ دارالسلام کتب فروش حاجی کیمپ کراچی

بقیہ خصائل نبویؐ

ہی رہتا ہے۔ بندہ کے نزدیک اس کا مطلب یہ بھی محتمل ہے کہ دارالشورہ سے اپنا گھر قریب رکھتا ہے۔ تاکہ مجتمع ہونے والوں کے لئے تواضع وغیرہ میں یہ کہنا نہ پڑے کہ میرا گھر تو دور ہے اس لئے گھر قریب رکھتا ہے تاکہ تواضع سامان میں دیر نہ لگے اور اس کی وجہ سے عذر کرنے کی نوبت نہ آئے۔

قارئین کرام کو عید الاضحیٰ مبارک ہو!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رونا

جس طرح ہنسنے میں قہقہے کی آواز نہیں نکلتی اسی طرح رونے میں بھی آواز نہیں نکلتی تھی، بلکہ ٹھنڈا سانس لیتے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور سینے سے ایسی آواز سنائی دیتی جیسے کوئی ہانڈی ابل رہی ہے یا کوئی چکی چل رہی ہے، چنانچہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رونے کی کیفیت بیان فرماتے ہیں:۔

تدمع العین و یحزن القلب ولا نقول الا ما یرضیٰ ربنا۔ یعنی آنکھ آنسو بہاتی ہے، دل غم کرتا ہے اور زبان سے ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب خوش ہوتا ہے۔"

سیدھے و الٹے ہاتھ سے کام لینا

علاوہ ایسے کاموں کے جن میں غلاظت کی صفائی کو دخل ہوتا اور ہاتھ میں نجاست لگنے کا خوف ہوتا مثلاً ناک صاف کرنا۔ آبدست لینا۔ جوتا اٹھانا، وغیرہ وغیرہ تمام کاموں کو سیدھے ہاتھ سے انجام دینا پسند فرماتے ـــــ اسی طرح جب آپ کسی کو کوئی چیز دیتے تو سیدھے ہاتھ سے دیتے۔ اور اگر کوئی چیز لیتے تو سیدھے ہاتھ سے لیتے

WEEKLY Khatme-Nubbuwat KARACHI
Registered S. No. 3220

مرزائیوں کا پروگرام

(بلاتبصرہ)

(نظارت اصلاح وارشاد ربوہ کی طرف سے ملک بھر کے علماء کرام اور عشاق ختم نبوت کو ملنے والے خطوں کی روشنی میں)

کوئی بھی حکم سزا ہم پر لگا سکتا نہیں
کفر کی تبلیغ سے ہم کو ہٹا سکتا نہیں
ہم کو کچھ کہنے کی جو کوئی کبھی جرأت کرے
اسلم[1] و ارشد[2] کا وہ انجام پہلے دیکھ لے
ہار کر زندہ رہیں گے کرلیا ہے فیصلا
لیں گے بدلہ ایک اک سے مولوی ہو یا ضیاء[3]
لسٹ ہے تیار اور خدام[4] کا ہے فیصلہ
ڈیڑھ صد ملاؤں کا پہلی مہم میں خاتمہ
زندگی سے پیار ہے جس کو ابھی وہ سوچ لے
بچ سکے گا وہ جو ہم کو ہاتھ بھر بیعت دے
اطلاعاً لکھ دیئے ہیں خط سبھی ملاؤں کو
چھوڑ دو تبلیغ یا انجام اپنا سوچ لو

عارف صحرائی

---

[1] مولانا محمد اسلم قریشی (۲) مولانا اللہ یار ارشد [3] صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق [4] قادیانیوں کی نیم فوجی تنظیم خدام الاحمدیہ۔